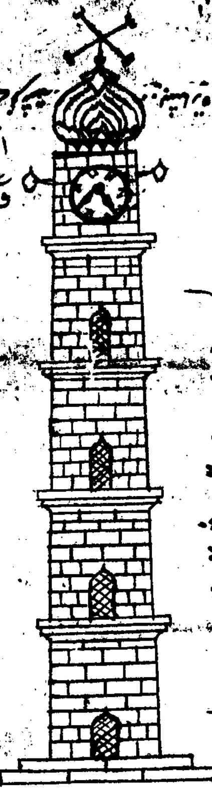


بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عفی عنہ

جلد ہفتم || قادیان ۔۔ || الحکم سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء روز شنبہ

ناظرین الحکم کو نیا سال اور عید مبارک ہو

سنہ ۱۹۰۲ء اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عنوان سے ہمارا سالانہ آرٹکل الحکم کی اگلی اشاعت سے انشاء اللہ شائع ہوگا معمول کے موافق اُمید کیجاتی ہے کہ ناظرین الحکم کی دلچسپی اور دیاد کا موجب ہوگا کیونکہ وہ آرٹکل گویا سلسلہ عالیہ کی سالانہ رپورٹ کا قائمقام ہوتا ہے۔

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی ۔ صلا ہر گذرنے والی ساعت سے آتی ہے مگر اسکی مقدور کی کمی نفس کے لیے طفل تسلی کا کام دیجاتی ہے لیکن جب ان ساعتوں کے مجموعی دن اور دنوں کے مجموعہ ہفتہ اور مہینہ اور پھر سال کا خاتمہ ہوتا ہے تب یہ احساس ہر دل میں ضرور ہوتا ہے کہ عمر کا بہت بڑا حصہ گذر گیا اس لاتبدیل اور لاتحویل قانون قدرت کیموافق ایک سال ہماری عمر سے اور کم ہوگیا بلکہ آج نئے سال میں بھی دس دن گذر گئے ۔ مبارک وہ جنہوں نے سال بھر اپنے اعمال کا محاسبہ کرکے اسکو جانے نہ دیا بلکہ قدرت کی اس صدا کی کہ وقت کی قدر کرو پوری قدر کی ۔ اگر ہم نے گذشتہ میں ایسا نہیں کیا تو آنیوالے سال ہی میں احتیاط

فطرتاً انسان نئے سال کے آغاز میں بہت سی اُمیدیں اور ارادے دل میں پیدا کرلیتا ہے خدا کرے کہ ہمارے ارادے اور خواہشیں اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کو اظہار اور اسلام کی نصرت و حمایت اور قرآن کی عظمت و شوکت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و رفعت اور آپ کے بروز مسیح موعود علیہ السلام کے پاک نام کی تبلیغ و اشاعت پر مبنی ہوں اور ان کے ساتھ ہی اپنی تبدیلی کا رنگ لیے ہوئے ہوں ۔ آمین

ہدیہ عید

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور ہدیہ عید سنایا اور اسکے متعلق جو اشتہار شائع کیا ہے اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ۔ وھو ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

وحی الٰہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے

چاہیے کہ ہر ایک شخص اسکو خوب یاد رکھے

اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کیطرف منتقل ہوگئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے ذیل میں لکھے جاتے ہیں ۔ اور وہ یہ ہیں ۔

یُبْدِیْ لَکَ الرَّحْمٰنُ شَیْئًا ○
اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ○
بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ ○

ترجمہ خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنیکے لیے کچھ ظہور میں لائیگا خدا کا امر آرہا ہے تم جلدی نکرو یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دیجاتی ہے ۔

صبح ۵ بجے کا وقت تھا یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء و یکم شوال سنہ ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی اس سے پہلے ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے اِنِّیْ صَادِقٌ صَادِقٌ وَ سَیَشْہَدُ اللّٰہُ لِیْ ترجمہ میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دیگا ۔ یہ پیشگوئیاں باواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونیوالا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی اور

...رشنام

...م جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

...یح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ...کے موافق مغرب کی نماز ادا کرکے جب اجلاس فرما ہوئے تو سب سے پہلے چند آدمیوں نے بعیت کی + بعد بیعت جناب **ابو سعید صاحب عرب** اپنے حالات کے متعلق کچھ عرض کرتے رہے اور اپنے خواب وغیرہ سناتے رہے جسمیں انکو انکی حالت کے تغیرات یعنی ترقی دکھلائے گئے تھے۔ اسی سلسلہ خواب میں ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کا تمثل بصورۃ حضرۃ مسیح موعود دیکھنا بیان کیا۔ اسپر **حضرۃ حجۃ اللہ نے فرمایا** کہ اللہ تعالیٰ کے تمثلات ہوتے ہیں **سید عبد القادر جیلانی** رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ماں کی شکل میں دیکھا اور میں نے ایک بار اپنے باپ کی شکل میں دیکھا اصل یہی ہے کہ یہ تمثلات ہوتے ہیں۔

یبدی لک الرحمٰن شیئاً

آج صبح جو الہام ہوا تھا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ شئے سے مراد کوئی عظیم الشان بات ہے اس کی عظمۃ کیلیے ہی اللہ تعالیٰ نے اسکو پوشیدہ رکھا ہے کیونکہ چھپانے میں ایک عظمۃ ہوتی ہے جیسے جنت کے انعامات کے لیے فرمایا ہے

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین

کھانے پر جیسے دستر خوان ہوتا ہے اسکے چھپانے میں بھی ایک عظمۃ ہی مقصود ہوتی ہے۔ غرض یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

اصلاح کا ذریعہ نصائح یا نشان

ہماری جماعت کی اصلاح نصائح سے نہیں بلکہ نشانوں سے ہوگی کیونکہ انسان کے اندر جو دہریت ہوتی ہے وہ دور نہیں ہوسکتی جب تک نشانات نہ دیکھے + کیونکہ نصائح کا اثر معمولی طریق پر آتی ہوتا ہے لیکن خدا کے نشانات اپنا گہرا اور دیرپا اثر کرتے ہیں اور خدا شناسی کا ذریعہ بجز اس کے نہیں اس لیے کہتے ہیں کہ خدا را بخدا باید شناخت یہ سچی بات ہے کہ خدا اپنا پتہ آپ دیتا ہے جس چیز کو انسان پہچانتا ہے اور اسکی معرفت اور علم اسے ہوتا ہے اس سے متاثر ہوجاتا ہے دیکھو انسان دریا کو جوش و خروش میں دیکھے یا آگ کو شعلہ زن دیکھے یا صاعقہ اور سانپ کو دیکھے تو کبھی بھی اپنے آپ کو ان میں نہیں ڈالے گا کیونکہ جانتا ہے کہ اسکا نتیجہ مضر ہوگا۔ یعنی موت ہوگی۔ پس ایکطرف جو **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ** کہتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہی کرتوتیں کرتا رہتا ہے جنمیں دلیری اور بیباکی پائی جاتی ہے اس لیے میں نہیں مان سکتا کہ اللہ پر ایمان رکھکر پھر انسان گناہ کیطرف دوڑے + خدا کی معرفۃ اور شناخت پہلا مرحلہ ہے تھوڑے دن ہوئے مجھے الہام ہوا تھا **اِنِّیْ اَنَا الصَّاعِقَۃُ**

ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں حیران ہوتا تھا کہ نماز کے لیے تو یہ آیا ہے کہ **اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ** + مگر نماز یں پڑھنے والے ان باتوں سے نہیں رُکتے حضرۃ اقدس نے **فرمایا** نماز نماز بھی ہو۔ پہلے ایمان شرط ہے جس کا ایمان قوی ہو اسکو نماز کی بھی لذۃ آئے گی۔ اور پھر وہ اسمیں ایسا حظ اٹھائے گا کہ دنیا کی شان و شوکت دیکھکر بھی متاثر نہ ہوگا اور دولتمند انسان اسکے سامنے کسی حسرت کا باعث نہ ہوں گے بلکہ وہ مرے ہوئے کیڑے کے برابر انکو سمجھے گا پہلی بات خدا کی معرفۃ ہے جو کچھ تو خدا کے فضل سے آتی ہے اور کچھ انسان کی اپنی حرکت سے۔

رحمٰن و رحیم

اللہ تعالیٰ کے دو نام ہیں ایک رحمٰن دوسرا رحیم۔ رحمٰن تو یہی ہے کہ فطرۃ عمدہ اور مناسب حال اہل اللہ کے عطا کرتا ہے اور رحیم یہ کہ جب یہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قویٰ سے کام لے تو اسپر نیک نتائج مترتب کر دیتا ہے۔ رحیمیت کے نیچے آکر کوشش کرنا اسکا فرض ہوجاتا ہے اس لیے فرمایا **وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا**

دعا کی حقیقۃ

پنجاب میں ایک مثل ہے جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا مانگنے سے مراد دعا ہے۔ دعا کی حقیقۃ یہی ہے کہ اس میں سوز و گداز اور رقت پیدا ہو جب اسحالت اور کیفیت پر دعا پہنچتی ہے تو وہ قبول ہوجاتی ہے۔ ایسی حالۃ کی نسبت قرآن شریف میں آیا ہے **اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ** یونہی کہدینا کہ دعا کوئی چیز نہیں سخت نادانی اور حماقۃ ہے لوگوں نے دعا کا تجربہ نہیں کیا یہ سچ ہے کہ دعا سے پہلے ایک موت آتی ہے اس موت کے بعد پھر نئی زندگی دعا کے ذریعہ عطا کیجاتی ہے جس شخصکو پیاس لگی ہوئی ہو کیا وہ ایک قطرہ سے پیاس بجھا سکتا ہے اسکو تو پیالہ بھر کر پانی پینا چاہیے تب اس کی پیاس بجھے گی۔ اسیطرح دعا میں پوری رقت اور گدازش کی حالۃ پیدا ہو اور نقطۂ مقررہ تک پہونچے تو اسکو قبولیت کی عزت ملے۔

دعا دراصل یہی کیفیت کا نام ہے کہ جب روح نہایت عاجزی اور تضرع کے ساتھ آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اسوقت سنۃ اللہ یہی ہے کہ ... اگر دعا کرنے والے کے مصالح کے لحاظ سے اسکا قبول کرنا مناسب ہو تو اللہ تعالیٰ اسکا جواب دیتا ہے۔

عرب۔ کیا براہ راست جواب دیتا ہے یا فرشتوں کے ذریعہ۔

حضرۃ مکالمات الٰہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی زبان پر ایک کلام جاری کرتا ہے اسوقت وہ بندہ کا لبیت ہوتا ہے اور وہ کلام زور سے میخ فولادی کیطرح دلمیں گڑ جاتا ہے اور اسکے ساتھ برکات اور انوار ہوتے ہیں جس سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ خدا کیطرف سے ہے خدا نے اسکا نام وحی رکھا اور صحابہ نے الہام بھی کہدیتے ہیں۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ جبتک انسان ایسا نہو یا ایسے لوگوں کی صحبت میں نہ رہے اسکا ایمان مردہ اور کشمکش میں ہے کبھی مسلمان ہوتا ہے اور کبھی کافر۔

عرب۔ میں جو نماز پڑھتا ہوں تو دل میں یہی خیال رہتا ہے کہ جلد نماز سے باہر ہو جاؤں۔

حضرۃ۔ نماز کو تدبر سے پڑھو اور خدا کے کلام اور ادعیہ ماثورہ کے سوا اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگو اور دل کی گداز مِن ... غنیمت سمجھو کہ یہ موقع ملا ہے۔

کلماتِ طیّبات

حضرۃ امامُ الزّمان سَلّمہ الرحمٰن

۳۱ر اگست سنہ ۱۹۰۱ء کو جناب بابو غلام مصطفیٰ صاحب میونسپل کمشنر وزیر آباد قادیان دارالامان آئے تھے اس تقریب پر حضرۃ حُجۃ اللہ علی الارض علیہ السلام نے بطور تبلیغ مندرجہ ذیل تقریر فرمائی جو الحکم کی اس اور اگلی اشاعتوں میں درج ہوتی ہے

وَبِاللہِ التوفیق وھو خیر الرفیق

ایڈیٹر

اصل بات یہ ہے کہ جبتک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سُنتا اس وقت تک پُرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا اس لیے جب آدمی کسی نئی بات کو سُنے تو اسکو یہ نہیں چاہیے کہ سنتے ہی اسکی مخالفت کیلیے طیار ہو جاوے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ اُسکے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کے خوف کو مدنظر رکھکر تنہائی میں اسپر سوچے میں جو کچھ اسوقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے میری اپنی بنائی ہوئی نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی بات ہے اس لیے جو اسکی تکذیب کے لیے جرأت اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے اور رسُول اللہ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے۔ مجھے اس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا البتہ اُسپر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالےٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسیکو بھی اس سے بیخبری نہ ہوگی کہ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد کو بھیجتا ہے جو دین کے اُس حصّہ کو تازہ کرتا ہے جسپر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجدّدوں کے بھیجنے کا اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کی اس پیشگوئی کے موافق جو کہ آنحضرۃ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر فرمائی تھی یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے انیس برس گذر گئے کوئی مجدّد اصلاح دین اور تجدید ملت کے لیے مبعوث ہوتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا مامور اُس کے الہام و وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپکو ظاہر کرتا مستعد اور سعید فطرتوں کیلیے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آجانے پر نہایت اضطراب اور بیقراری کے ساتھ اس مرد آسمانی کی تلاش کرتے اور اس آواز کے سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتے جو انکو یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ چودھویں صدی پر اکابران امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشوف اور رؤیا اور الہامات اس امر کیطرف ایما کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم الشان انسان ہوگا جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مھدی آیا ہے مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آگیا اور آنے والا آگیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ نکلے جنھوں نے اسکی آواز کو سُنا غرض یہ بات کوئی نرالی اور نئی نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو اُنیس سال تک گذر چکی ہے مجدد آئے اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اسوقت اسلام کے لیے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کے لیے داعی ہیں۔ جب ہم

اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اسوقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی

اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک بہی توحید کے بجائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجلئے خود ایک مستقل شریعۃ ہو گئی ہے۔ مجھکو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھکو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نبوۃ کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس امر کو انھوں نے نہیں سمجھا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مگر اپنے گھر میں یہ لوگ ہرگز غور نہیں کرتے کہ نبوۃ کا دعویٰ تو انھوں نے کیا ہے جنھوں نے اپنی شریعۃ بنالی ہے کوئی بتائے کہ وہ ورد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں میں نے ایجاد کیے ہیں؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعۃ اور سنّۃ پر عمل کرتا ہوں اور اسپر ایک نقطہ یا شعشہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں۔ اور ہزار ہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقویٰ اور طہارۃ جو اسلام کا اصل منشا اور مقصود تھا۔ جس کے لیے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جنکو بجز نبوۃ کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جاکر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے زنا۔ شراب اور اتلاف حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرۃ سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں! اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو جاوے ہر دانشمند اور غور کرنیوالا انسان قوم کے مختلف افراد کیحالت پر نظر کرکے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاویگا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علت غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت

عقائد ہیں وجود نہیں + عملی حالت جسکی اشد ضرورت تھی کہ ابھی ہوتی جو غیر ملل اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی سخت کمزور اور خراب ہوگئی ہے بیرونی حصہ میں دیکھو کہ جسقدر مذاہب مختلفہ موجود ہیں ان میں سے ہر ایک اسے ہی نابود کرنا چاہتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اسلام کا سخت دشمن ہے۔ عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی ساری کوششیں اس ایک امر میں صرف ہو رہی ہیں کہ جہانتک ممکن ہو جسطرح ممکن ہو اسلام کو نابود کیا جاوے۔ اور اس توحید کو جو اسلام نے قائم کی تھی جس کیلئے اسکو بہت سی جانوں کا کفارہ دینا پڑا تھا اسے ناپید کر کے یسوع کی خدائی کا دنیا کو قائل کرایا جاوے اور اس کے خون پر یقین دلایا جاوے جو بےقیدی۔ آزادی اور اباحت کی زندگی کو پیدا کرتا ہے۔ اور اسطرح وہ پاک غرض تقوی و طہارت اور عملی پاکیزگی کی جو اسلام کا مدعا تھا مفقود کی جاوے۔ عیسائی پادریوں نے اپنی ان اغراض میں کامیابی حاصل کرنیکے واسطے بہت سے طریقے اختیار کیے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انھوں نے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو مرتد کر لیا۔ اور بہت سے ہیں جنکو نیم عیسائی بنا دیا ہے اور بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ملحدانہ طبیعت رکھتے ہیں اور اپنی طرز بود و باش اور رفتار و گفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر ہیں۔۔۔۔ + نوجوانوں کی ایک جماعت اور مخلوق ہے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور کالجوں میں اسکی تربیت ہوئی وہ خدا تعالیٰ کے کلام کے بجائے فلسفہ اور طبعیات کی قدر کرتی ہے اور اسکو مقدم اور ضروری سمجھتی ہے اسلام اس کے نزدیک عرب کے جنگلوں کے حسب حال تھا۔ ان باتوں اور حالتوں کو جب میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں تو اوروں کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا مگر میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ کہ آج اسلام ان مشکلات اور آفتوں میں پھنسا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی یہ حالت ہو رہی ہے وہ اسلام کو اپنے مذاق ہی کے

خلاف سمجھتے ہیں۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو الٰہی حدود سے باہر تو نہیں ہوئے۔ حلال کو حرام نہیں کرتے مگر وضع قطع لباس پسند کرتے ہیں انھوں نے ایک قدم نصرانیت میں رکھا ہوا ہے۔ اب صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اندرونی طور پر وہ بدعات اور شرک کا رسوم ہیں اور بیرونی طور پر یہ آفتیں خصوصاً صلیبی مذہب نے جو نقصان پہونچایا ہے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر ایک آدمی بھی اس سے نکلتا اور مرتد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی اور یا اب یہ حالت ہے کہ مرتدوں کی انتہا ہی نہیں رہی۔ اب ان تمام امور کو یکجائی طور پر کوئی عقلمند سوچے اور خدا کے لیے غور کرے کہ

کیا خدا کی خاص تجلی کی ضرورت نہیں؟

کیا ابھی تک اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ حفاظت کے پورا ہونے کا وقت نہیں کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ؟ اگر اسوقت اسکی مدد اور تجلی کی ضرورت نہیں تو کوئی ہمیں بتائے کہ وہ وقت کب آئیگا۔

غور کرو اور سوچو! کہ ایک طرف تو وقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی فرمائے۔ اور اپنے دین کی نصرت عملی سچائیوں اور آسمانی تائیدات سے کر کے دکھاوے۔ دوسری طرف صدی نے مہر لگا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق (جو اسکے برگزیدہ اور افضل الرسل رسول خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا کہ ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لیے مجدد بھیجا جاوے گا) کوئی مجدد آنا چاہیئے صدی میں سے اُنیس برس گذر گئے اگر ابتک باوجود ان ضرورتوں کے پیدا ہو جانے کے بھی کوئی مامور مبعوث نہیں ہوا تو پھر خدا کے لیے غور کرو کہ اس میں اسلام کا کیا باقی رہتا ہے؟ کیا اس سے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کے وعدہ کا خلاف ثابت نہ ہوگا؟ کیا اس سے ارسال مجدد کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باطل نہ ہوگی؟ کیا یہ نہ پایا جاوے گا کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اسپر ایسی مصیبتیں آئیں اور خدا تعالیٰ کو اس کے لئے غیرت نہ آئی؟ اب کوئی ہمارے دعوی کو چھوڑ کر الگ بیٹھے مگر ان باتوں کا سوچ کر جواب دے۔ میری تکذیب کر دیگے تو اسلام کو ہاتھ سے جواب دینا پڑے گا۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے وعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ کیونکہ عین ضرورت کے وقت خدا کے وعدہ کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے موافق خدا تعالیٰ نے

یہ سلسلہ قائم کیا

اور یہ ثابت ہو گیا کہ صدق اللہ و رسولہ اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سچی ہیں۔ ظالم طبع ہے وہ انسان جو انکی تکذیب کرتا ہے۔

(باقی دارد)

ای سبکر آفتر رفتہ

یعنے

ایک حق جو

دو تین روز سے لاہور کے ایک معزز اور قدیمی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب دارالامان میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس کی زیارت اور آپ سے استفادہ انکا مقصد تھا ۲۶ دسمبر کی شام کو حضرت مسیح موعود سے انکا جو مکالمہ ہوا اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں (ایڈیٹر)

گناہ سوز فطرت کیونکر پیدا ہو؟

حضرت اقدس۔ آپنے کون کونسی کتاب دیکھی ہے؟

پنڈت صاحب۔ مثنوی مولانا روم صاحب اپنشد اور کئی مذہبی فقرا کی کتابیں۔ مگر انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہے یہ بالضرور انسان کو گناہ کی طرف لیجاتا ہے۔

حضرت اقدس۔ اصل بات یہ ہے کہ جسطرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے تو اسوقت تک اسکا علاج نہیں کر سکتا جب تک وہ تشخیص نکرے کہ مرض کا اصلی سبب کیا ہے؟ اور جب وہ مرض کا سبب اصلی معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اسکا علاج تجویز کرتا ہے لیکن جب تک

پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہو لیتی تو وہ عمدہ طور پر اسکا علاج نہیں سوچ سکتا ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے کیونکہ گناہ ایک روحانی **بیماری** ہے جب تک اسکی ماہیت معلوم نہیں ہوتی اسوقت تک انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اسپر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے؟ اور یہ گناہ کا خیال پیدا ہی کیوں ہوتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اسوقت تک انسان گناہ کرتا ہے جبتک کہ وہ خدا سے بیخبر رہتا ہے بھلا کبھا کوئی شخص جو چوری کرتا ہے وہ اسوقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو؟ یا اسوقت کرتا ہے جبکہ مالک سویا ہوا ہو۔ اور ایسا اندھیرا ہو کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اسی وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بے خبر ہے اور روشنی نہیں ہے اسی طرح پر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے وہ اسوقت کرتا ہے جبکہ خدا سے **بے خبر** ہو جاتا ہے اور اس کو اسپر کچھ یقین نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ جبکہ اسے یقین ہو کہ **خدا** ہے اور وہ اس کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اسکو سزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اسکی خلاف مرضی کرونگا تو وہ اسکی سزا دیگا جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو تو پھر گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان پھر یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس کے سامنے ہوں اور وہ میری بد اعمالیوں کی سزا دے سکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا ہے پھر جرات نہیں کر سکتا جیسے ایک بھیڑ کو بھیڑئیے کے سامنے باندھ دیا جاوے تو کسی دوسرے کے کھیت کی طرف جانا درکنار اس کے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا جاوے تو وہ اسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیگی کیونکہ ایک خوف جان اسپر غلبہ کئے ہوئے ہے پس جبکہ **خوف** ایک وحشی جانور تک اتنا اثر کر سکتا ہے کہ وہ کھانا تک چھوڑ دیتا ہے تو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سمجھے اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر سزا دیتا ہے تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ صاعقہ کی طرح اسپر گرے گا اور تباہ کر دیگا۔ پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ و برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے اسکو گناہ سے بچائیگا اور یہ سچا ایمان پیدا کریگا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں

کبیرہ صغیرہ

ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں جیسے چوری کرنا۔ زنا۔ ڈاکہ وغیرہ جو موٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صغیرہ جو بلحاظ بشریت کے انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں باوجودیکہ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی بچتا اور محتاط رہتا ہے مگر بشریت کے تقاضے سے بعض بار ایسے امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں جو دوسری قسم کے گناہ ہیں۔ اسیطرح پر گناہ کے دور ہونے کے بھی دو ذریعے ہیں۔ اول وہ ذریعہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غلبہ خوف کے سبب سے دور ہو جاتے ہیں یعنی استیلاء خوف الٰہی بھی ایک ایسی شے ہے جو گناہوں کو دور کرتی ہے اور اسنے بچاتی ہے یہ ذریعہ ایسا ہے جیسے پولیس کے خوف سے انسان قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے پھر دوسرا ذریعہ گناہوں سے بچنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اطلاع پانے کے بعد اسکی محبت بڑھتی ہے اور پھر اس محبت سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ ان دونو ذریعوں سے ہی گناہ دور ہوتے ہیں۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ گناہ ان سے سرزد ہو مگر وہ کچھ ایسے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر انسان کی فطرت اور رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے کہ وہ شدت خوف سے بچتا ہے جیسے میں نے کہا کہ شیر کے سامنے اگر بکری کو باندھ دیا تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی یا حاکم کے سامنے کوئی انسان اکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس کے سامنے نہایت عاجزی اور احتیاط سے خاموش کھڑا ہوگا۔ یہ احتیاط اور عجز خوف اور حاکم کی رعب اور حکومت کا نتیجہ ہے لیکن یہی نتیجہ محبت سے بھی پیدا ہوتا ہے جب ایک شخص اپنے محسن کے سامنے جاتا ہے تو وہ اس کے احسان کو یاد کر کے خود بخود نرم اور محتاط ہو جاتا ہے اور ایک حیا اسکی آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ محسن کے ساتھ محبت بڑھتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قرضہ ادا کر دے تو وہ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے پھر اس محبت کے تقاضے سے وہ اسکی خلاف ورزی اور خلاف مرضی کرنا نہیں چاہتا۔ یہ فرمانبرداری اور اطاعت محبت ذاتی سے پیدا ہوتی ہے اسیطرح پر انسان کو اگر خدا تعالیٰ کے ان احسانات کا علم ہو جاوے جو اسنے کئے ہیں تو وہ اسکی محبت ذاتی کی وجہ سے گناہوں سے بچے گا۔ اور پھر کوئی تحریک اسوقت نہیں لے جا سکتی۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دیوے کہ اگر تم اپنے بچہ کو دکھ دو گی یا دودھ نہ دو گی یہانتک کہ اگر وہ بچہ مر بھی جاوے تو تم کو کوئی سزا نہ ملے گی بلکہ ہم انعام دیں گے تو وہ ہرگز ہرگز اس حکم کی تعمیل نہ کرے گی اور ایسا کرنا پسند نہیں کریگی۔ اس لئے کہ اسکی فطرت میں بچہ کے ساتھ محبت کا ایک جوش ہے اور یہ جوش محبت ذاتی کا جوش ہے۔

پس انسان جب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کی محبت کرنے لگتا ہے تو پھر اس سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور وہ گناہوں سے بچتا ہے تو وہ کسی طمع یا خوف سے نہیں بلکہ اسی محبت ذاتی کے تقاضے سے۔ **محبت ذاتی** کا یہ نشان ہے کہ اگر محبت ذاتی والے کو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس کے اعمال کی پاداش میں اسکو بجائے بہشت کے دوزخ ملے گا یا اُسے معلوم ہو کہ انپر کوئی نتیجہ مرتب نہوگا اور بہشت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں جسکے خوف یا جسکی طمع کے لئے وہ حکم کی بجا آوری کرے تب بھی اسکی محبت میں کوئی فرق نہ آئیگا۔ کیونکہ یہ خوف اور رجا کے پہلوؤں کو دور کر کے فطرت کا رنگ پیدا کرتی ہے۔ محبت ذاتی کا یہ **خاصہ** ہے کہ جب انسان کے اندر نشو و نما پاتی ہے تو ایک آگ پیدا کر دیتی ہے جو اندر کی نجاستوں کو جلا کر صاف کر دیتی ہے یہ آگ ان نجاستوں کو جلاتی ہے جنکو ہم نہ جلا سکتے تھے۔ پس یہ مقام انسان کے لئے تکمیل کا مقام ہے اور اس جگہ تک اسے پہنچنا ضروری ہے۔

پنڈت صاحب:۔ میں خدا کا منکر نہیں ہوں اور نہ اسکے بندہ ہونیکا منکر۔

حضرت اقدس:۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدود ہے اور اسکا

اثر افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان باللہ کی یہ ہے کہ عملی شہادتیں اسکو ساتھ ہوں۔ پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہو میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خدا کو مانتا ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی ہو اور پھر **گناہ** بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی نجاستوں میں مبتلا اور گناہ کی کدورتوں سے آلودہ ہیں پھر وہ کیا بات ہے کہ وہ **خاصہ** جو ایمان باللہ کا ہے اسکو حاضر ناظر مان کر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو انسان ایک ادنےٰ درجہ کے چوہڑے چمار کو حاضر ناظر دیکھکر اسکی چیز نہیں اٹھاتا پھر اس خدا کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرأت کیوں کرتا ہے جسکی بابت کہتا ہے کہ مجھے اس کا اقرار ہے؟ میں اسبات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں کوئی پرمیشر کہتا ہے کوئی گاڈ کہتا ہے کوئی اور نام رکھتا ہے۔ مگر جب عملی پہلو سے انکے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا کہ وہ نرا دعویٰ ہے جسکے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں

انسان کی فطرت میں یہ امر واقع ہے کہ وہ جس چیز پر یقین لاتا ہے اسکی نقصان سے بچتے اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے۔ دیکھو! سنکھیا ایک زہر ہے اور انسان جب کہ اسبات کا علم رکھتا ہے کہ اس کی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اسکو کھانے کے لئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا جو **ایمان باللہ** کے ہیں اگر سنکھیا کے برابر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کے جذبات اور جوشوں پر موت وارد ہو جاوے مگر نہیں یہ کہنا پڑے گا کہ نرا قول ہی قول ہے **ایمان** کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے۔ یہ اپنے نفس کو دہوکا دیتا ہے اور دہوکا کہاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔

پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے اس **ایمان** کو درست کرے جو وہ اللہ پر رکھتا ہے۔ یعنی اسکو اپنے اعمال سے ثابت کر دکہائے کہ کوئی فعل ایسا اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اسکے احکام کے خلاف ہو۔

یہ دہوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی درحقیقت یہ بھی ایک قسم کی **مرض** ہے جو خطرناک ہے مرض دو قسم کی ہوتی ہے ایک مرض **مختلف** ہوتی ہے یہ وہ ہوتی ہے جسکا درد محسوس ہوتا ہے جیسے درد سر یا درد گردہ وغیرہ دوسری قسم کی مرض کو مرض **مستوی** کہلاتی ہے اس مرض کا درد محسوس نہیں ہوتا اور اس لئے مریض ایکطرح اس کے علاج سے تساہل اور غفلت کرتا ہے۔ جیسے برص کا داغ ہوتا ہے بظاہر اسکا کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے پس خدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے ایک قسم کی مرض مستوی ہے۔ صرف رسم وعادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا ہے کہ کوئی خدا ہے اسلئے مانتا ہے اپنی ذات پر محسوس کرکے کب اس نے اسکا اقرار کیا۔ یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے ساتھ ہی گناہوں کی میل کچیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے۔ اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جبتک آثار ظاہر نہوں وہ ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ یقین نہیں ہوتا اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے انکے نزدیک ہرگز نہیں جاتا مثلاً یہ خطرہ ہو کہ گھر کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ کبھی اس کے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کریگا یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھر ابھی کرتا ہے تو کبھی رات کو اٹھ کر وہاں نہ جائے گا۔ کیونکہ اسکے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ پس اگر خدا کو مان کر ایک سنکھیا جتنا بھی اثر اور یقین نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ کچھ بھی نہیں مانتا اور اصل یہی ہے کہ ساری خرابی کی جڑ یقین کی کوتاہی ہے۔

پنڈت صاحب:۔ مگر اصل منشا تو یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر تو ایمان ہے مگر پھر بھی گناہ ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس:۔ آپ کیوں کہتے ہیں؟ کہ ایمان ہے ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مردہ کر دیتا ہے اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے آپ کو یہ سوال کرنا چاہیے کہ گناہ سے بچنے کا علاج کیا ہے؟ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی ہو ایمان **روشنی** ہے اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ دن بھی چڑہا ہوا ہو۔ اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اصل سوال یہ رہ جاتا ہے کہ **گناہ سے کیونکر بچیں**؟ اس کا علاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر **سچا ایمان** پیدا ہو۔

پنڈت صاحب:۔ بے شک میرا یہ کہنا کہ خدا کو مانتا ہوں اپنے آپ کو دہوکا دینا ہے۔

حضرت اقدس:۔ بس یہی اصل بات ہے جبتک عملی شہادتیں ساتھ نہوں یہ نفس کا دہوکا ہے جو کہتا ہے کہ مانتا ہوں۔ **سچا ایمان** گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور سچا ایمان پیدا کیونکر ہوتا ہے؟ آپ یاد رکھیں جو مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اسکی مرض کو تشخیص کر کے ایک علاج اسکا بتا دیتا ہے اسکا فرض ہے کہ وہ بیمار کو متنبہ کر دے علاج کرنا نہ کرنا یہ مریض کا اپنا اختیار ہے۔ وہ یہ بتا دیگا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے تو داغ دو۔ یا جونک لگاؤ وغیرہ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دیگا اسیطرح پر ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں کرنا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا ہے اور نہ ان حواس سے ہم اسکو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان محسوسات میں سے ہوتا جنکے لئے یہ حواس ہیں تو بے شک وہ نظر آجاتا یا محسوس ہو سکتا مگر ان حواس میں سے کوئی حس اسکے لئے بکار نہیں۔ اسکی شناخت کے خاص وسائل ہیں اور اور حواس ہیں۔ گو حکیموں برہموؤں اور فلاسفروں نے بجائے خود ٹکریں ماری ہیں لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے انکو نصیب نہیں ہوا جب خود انکی یہ حالت ملوث...

سورۃ جمعہ پر حضرت حکیم الامت کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یّشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم

اللہ تعالےٰ بڑے ہی فضلوں کا مالک ہے یہ اسی کا فضل ہے کہ وہ کس کے زمانہ میں امام ـ معلم ـ مزکی ـ تالی بھیجدیتا ہے اور کوئی قوم کا دردمند انسان مبعوث فرمادیتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کے فضل اور رحم کا ایک عظیم الشان نمونہ تہا آپکی بعثت اللہ تعالےٰ کی رحمانی صفت کے انتہائی تقاضے کا نتیجہ تھی۔ اسی لئے فرمایا مآ ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین محمدؐ وہی ہوتا ہے جسکی تعریف کی جاتی ہے آپکے نام ہی میں رحمانیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تعریف اسی کی کی جاتی ہے جو بلا مزدوری کام آئے اور شفقت فرماوے۔ اگر مزدوری ہی لے تو پہر تعریف کیسی! بے وجہ عنایت فرما کی ہی تعریف ہوتی ہے اور بے مانگے دینے والا رحمٰن ہوتا ہے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمٰن کا مظہر ہوئے۔ اس قسم کے رحیم وکریم عنایت فرما کے احکام کی خلاف ورزی ایک شریر النفس اور ناپاک فطرت کا کام ہے کیونکہ فطرتی طور پر بمصداق جبلت القلوب علیٰ حب من احسن الیہا محسن کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت کا شدید تقاضا اس کی اتباع ہے اس لئے فرمایا گیا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ جو چاہتا ہے کہ مولا کریم کا محبوب ہو اسکو لازم ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور سچی اتباع کامل محبت سے پیدا ہوتی ہے اور محبت محسن کے احسانوں کی یاد سے بڑہتی ہے جو شخص اس محسن اور عنایت فرما کی خلاف ورزی کرتا ہے جو بلا وجہ اور بلا مزد ومروت واحسان کرتا ہے وہ سب سے زیادہ سزا کا مستحق ہوتا اسی سلئے ابوالخفار کے مُنہ سے قرآن شریف میں اب آذر کو یہ کہلوا دیا انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمٰن یعنی جسنے بلا وجہ تم پر احسان کیا تیرا قلب اچھا ہوتا تو اسکی محبت میں تو ترقی کرتا بر خلاف اس کے تو نے بتوں کی پرستش کی پس اس رحمانی صفت کے انکار کی وجہ سے عذاب بہی شدید آئیگا۔

پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پہلو سے بھی رحمانیت کے مظہر تہے کہ آپ قرآن جیسی رحمت شفا ـ نور ـ امام کتاب لیکر آئے اور قرآن کا نزول رحمانی صفت ہی کا اقتضا تہا جیسے فرمایا

الرحمٰن علم القرآن

قرآن کا نزول چونکہ اس صفت کے نیچے تہا آپ جب معلم القرآن ہوئے تو اسی صفت کے مظہر بنکر باوجود اسکے کہ انسے دکھہ اُٹھائے مگر دعا ـ توجہ عقد ہمت اور تدبیر کو نہ چہوڑا ـ یہانتک کہ آخر آپ کامیاب ہوگئے۔ پہر جن لوگوں نے آپکی سچی اور کامل اتباع کی انکو اعلیٰ درجہ کی جزا ملی ـ اور انکی تعریف ہوئی۔ اس پہلو سے آپکا نام احمدؐ ٹہیرا ـ کیونکہ دوسرے کی تعریف جب کرتا ہے جب فایدہ دیتا ہے چونکہ آپنے عظیم الشان فایدہ دنیا کو پہونچایا اس سلئے آپکی تعریف بھی اسی قدر ہوئی ـ اس سے بڑہ کر کیا فائدہ ہوگا کہ ابدالآباد کے لئے خلافت کا سلسلہ آپکے کامل متبعین میں رکہدیا ـ وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنّہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم الایۃ اسی وعدہ حقہ اور صادقہ کے موافق آج ہی خدا تعالےٰ خاتم الخلفاء کو بھیجا ہے۔

غرض! خدا میں جو رحمٰن ورحیم کی صفت تہی محمدؐ واحمدؐ میں وہ جلوہ گر ہوئیں اس سلئے وہ اپنے سچے غلاموں میں دونوں باتیں پیدا کردیتا ہے اور یہ دیکہا گیا ہے کہ جسقدر مصلحان اسلام میں ہوئے ہیں وہ یا اسم محمدؐ کے نیچے تہے یا اسم احمدؐ کے۔

میں نے دیکہا ہے کہ علماء ایک بڑی بھاری غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں جب کہ وہ تمام مختلف پیشگوئیاں جو مختلف اشخاص کے حق میں ہوئی ہیں ایک ہی آدمی میں جمع کرنا چاہتے ہیں ـ وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم کی آیت ہی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ موعود خلیفے ایک سے زیادہ ہونگے۔ پہر کیوں سعی کی جاتی ہے کہ سب کا مصداق ایک ہی ہو ـ مختلف مہدی ہوئے اور اپنے اپنے وقت پر ہوگذرے مسیح ہی ایک مہدی ہے اور وہ اب موجود ہے مگر ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء جسکو چاہتا ہے فضل دیتا ہے

اگر کہو کہ اسوقت بہت سے سلسلے گدی نشین اور سجادہ نشین اور کیا کیا ہیں تو سنو

مثل الذین الاٰیۃ

اسفار ان بڑی کتابوں کو کہتے ہیں جن سے کشف حقایق ہوجاتا ہے مگر کوئی بتائے کہ ان انکشافات کے اسباب سے گدہا کیا نفع اٹہا سکتا ہے گدہا جسکی عقد ہمت اور توجہ اس سے پرے نہیں کہ دانہ اور گہاس ملجاوے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اچھی اروڑی مل جاوے اور طویلہ کا آخری حصہ ہو جو خاکروب نے اچھی طرح صاف کیا ہو ـ رات کو جہول اور پالان مل جاوے ـ مقدرت سے زیادہ بوجہ نہ ہو اصل غرض اسکی تہوڑی سی نفس پرستی ہے اسی مثال کو تعالیٰ یہاں بیان کرتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکے پاس انکشاف حقایق کے اسباب ہوتے ہیں مگر وہ ان سے اسقدر فائدہ صرف اُٹہاتے ہیں جسقدر گدہا دانے ـ گہاس ـ جل ـ پالان اور تہوڑی سی رستی یا اروڑی سے پس جنکی اصل غرض دنیا ہوتی ہے ـ وہ ان اسباب انکشاف حقایق سے اسی مقدار دنیا طلبی کے فائدہ اٹہاتے ہیں اس سے زیادہ کچہ نہیں۔

اسوقت ایک قوم دنیا میں موجود ہے۔ جسنے ۲۰۰ سو زبان میں ایک کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور پہر ترجمہ در ترجمہ کرکے ہی کہتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہے ـ اگر پوچہو کہ اسپر عمل کرنا شرط ہے یا نہیں تو کہدیتے ہیں کہ شرط نہیں کیونکہ شریعت لعنت ہے پر سمجہ میں نہیں آتا کہ اسقدر بوجہ کیونکہ اُٹہایا ہے اسکی غرض ترجمہ کنندہ کی غرض روپیہ ہے پر یچر کی غرض اتنی ہی ہے کہ تنخواہ مل جاوے یہ قوم اسکی مصداق ہے یکتبون الکتٰب بایدیہم ثم یقولون ھذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہ ثمنًا قلیلاً۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ اسقدر زبانوں میں مسیح نے کلام نہیں کیا مگر پہر بھی وہ اس کا نام کلام اللہ ـ کتاب مقدس رکہا جاتا ہے پریچروں کو کلام الٰہی کے خادم کہا جاتا ہے اس سے کس صفائی کے ساتہہ معلوم ہوتا ہے کہ تبلوا کی صفت نہیں رہی یہ تو ہے غیر مذہب کے لوگوں کا حال اپنے گہر میں غور کرو کثرت کے ساتہہ وہ لوگ جو علماء کہلاتے ہیں ...

(باقی آئندہ)

پاک شاعری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پرچہ مخزن نمبر ۲ جلد ۳ ماہ مئی سنہ ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۸۴ پر ایک خط منظوم پیغام بیعت کے جواب میں طبع ہوا ہے جو شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے کی فکر کا نتیجہ ہے۔ کسی دردخواہ نے بہ نیت خیر نصیحت کی ہے۔ بیعت کا لفظ حضرت امام الوقت مسیح موعود مہدی مسعود مجدد دوران حضرت **میرزا غلام احمدؑ** صاحب سلمہ الرحمان رئیس قادیاں کی ذات بابرکات کو درمیان لاتا ہے۔ شیخ صاحب نے شاعرانہ تلازم جو اپنے خیال کی رَو میں باندھے ہیں وہ شاعرانہ مذاق پر انکو پسند ہوں گے مگر جس کوچہ میں انہوں نے پاؤں رکھا ہے اور جس میدان کا مرد وہ اپنے آپکو ظاہر کرتے ہیں یہ واقعی بے حقیقت اور بے اصل خیال ہے انہوں نے اپنے خیرخواہ اور ہمدرد ناصح کے قابل قدر پیغام کو اپنی شاعرانہ نازک خیالیوں یا تنگ بندیوں سے ٹالدیا ہے۔ اور صداقت کا خون کیا ہے۔ مجھ کو توفیق بخشی گئی ہے کہ حضور امام پاک کی زبان حق ترجمان سے اس پیغام بیعت کی جو کسی نہایت ہی محبت بھرے دل سے پہونچایا گیا ہے تائید کی ہے۔ مجھے بیہودہ شاعرانہ نازک خیالیوں سے جنکی زینت نرا جھوٹ ہو کچھہ سروکار نہیں نہ میں اس مذاق کا شاعر ہوں ہاں میں نے اصول اسلام کو مدنظر رکھہ کر کچھہ اشعار لکھے ہیں اور اپنے اس تعلق خاطر سے جو شیخ صاحب سے مجھکو ہے محض نیک نیتی کی بنا پر سچی نیکی اور اصلی خوشی اور حقیقی تسلی کی راہ پر انہیں لانا چاہا ہے یہ میرے آئینہ دل کا عکس ہے جو میں شیخ صاحب پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ میں انکو جانتا ہوں وہ مجھے جانتے ہیں دل ہی دل کا معاملہ ہے کیا اسوقت وہ اپنے اس رویا کو یاد نہ کریں گے جو انہوں نے خود مجھے سنائی تھی اور ایک بڑی شاندار داڑھی والا شخص انکو دکھلایا گیا تھا۔ خدا جانے رویا میں انہوں نے وہ صورت کیسی حیرت انگیز عزت سے دیکھی ہوگی مگر اسوقت معلوم نہیں اسکو ظاہر میں بھی ویسا ہی قابل قدر تصور فرماتے ہیں یا نہیں یہ وہ جانیں مگر اس رویا کے اندر ایک راز ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کھولے گا بہرحال مجھے امید ہے کہ شیخ صاحب میرے اس جواب کو اس کے سچے محل پر رکھہ کر حق سے توفیق مانگیں جسکی میں انکے لئے دعا مانگتا ہوں بہتر ہوتا کہ وہ اس راہ میں اس انداز سے قدم رکھتے ہوئے خدا کا خوف کرتے طبع آزمائی کے لئے جہاں میں اور میدان تھوڑے ہیں اپنی مشغلہ پسند طبیعت کو اسی طرف مصروف رکھتے آگے کی خدا جانے مگر اب تک جو اس آسمانی مرد کے مقابل میں آیا ہے اسکا نتیجہ آخر کار ایک افسوسناک حالت پر مبنی ہوا ہے ہر رنگ میں خدا نے غلبہ اپنے بندے کو بخشا ہے۔ بہتر ہے کہ شیخ صاحب اپنے قلم کو روک لیں اور اپنے زور طبیعت کے لئے اور میدان پسند کریں۔ اور وہ اپنے فعل کو بجائے متعدی کے لازمی ہی رہنے دیں۔ آخر میں یہ کہہ کر جواب لکھتا ہوں

نصیحت گوش کن جاناکہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را۔

جواب خط منظوم بہ تائید پیغام بیعت

اقبال
خضر سے چھپ کے مر رہا ہوں میں ٭ تشنہ کام فنا ہوں میں

حامد
جانب حق سے حق نما ہوں میں ٭ آ مرے پاس باخدا ہوں میں
خضر کی اب تلاش ہے بے سود ٭ تشنہ کاموں کی لب پنا ہوں میں
زندگی بخش جام ہے میرا ٭ ہو بقا جس میں وہ فنا ہوں میں
اے مقام فنا کے دلدادہ ٭ مجھہ میں آ منزل بقا ہوں میں

اقبال
ہمکلامی ہے غیریت کی دلیل ٭ خامشی پر مٹا ہوا ہوں میں

حامد
ہمکلامی میں لطف صحبت ہے ٭ پیار کی باتیں کر رہا ہوں میں
عاشق زار کیلئے سن لو ٭ خامشی کہتی ہے بلا ہوں میں

اقبال
کانپ اٹھتا ہوں ذکر مرہم پر ٭ وہ دل درد آشنا ہوں میں

حامد
جس سے بڑھ جائے اور لذت درد ٭ زخم خوردہ وہی دوا ہوں میں

اقبال
تنکے چن چن کے باغ الفت کے ٭ آشیانہ بنا رہا ہوں میں

حامد
باغ الفت کا وہ شجر ہوں میں
آشیانہ بنا کھڑا ہوں میں

اقبال
گل پژمردہ چمن ہوں مگر ٭ رونق خانہ صبا ہوں میں

حامد
مجھسے رونق ہے باغ احمدؑ کی ٭ گل کھلے جس سے وہ صبا ہوں میں

اقبال
کارواں سے نکل گیا آگے ٭ مثل آوازہ درا ہوں میں

حامد
کارواں سے جدا ہو جو راہ رو ٭ اسکو بڑھکر پکارتا ہوں میں
بھولے بھٹکوں کو کارواں کی خبر ٭ دے وہ آوازہ درا ہوں میں

اقبال
دست واعظ سے آج بچ کے نماز ٭ کس ادا سے قضا ہوا ہوں میں

حامد
جس ادا سے ہو قضا نماز ٭ ہاں سکھاتا وہی ادا ہوں میں

اقبال
مجھہ سے بیزار ہے دل زاہد ٭ دیدۂ حور کی حیا ہوں میں

حامد
دیدہ حور کی حیا ایمان ٭ ایسے مومن بنا رہا ہوں میں

اقبال
ہر زباں مائل ترانہ شوق ٭ سننے والا یک دیکھتا ہوں میں

حامد
طور کا وہ ترانہ ازلی ٭ قادیاں میں کہہ رہا ہوں میں

اقبال
میں نے مانا کہ بےعمل ہوں مگر ٭ رمز وحدت سے آشنا ہوں میں

حامد
بےعمل قول قول بیجا ہے ٭ باعمل ہو کے کہہ رہا ہوں میں
میرے مولا کے ہیں نشاں مجھہ میں ٭ فضل مولا کی اک ندا ہوں میں
مجھکو نسبت ہے ذات واحد سے ٭ سرّ وحدت سکھا رہا ہوں میں
مجھکو بخشا گیا ہے صدق مقال ٭ وہ بلائے تو بولتا ہوں میں

اقبال
سب کسی کا کرم ہے یہ ورنہ ٭ کیا مرا شوق اور کیا ہوں میں

حامد
واقعی میرے ہیں رسول کریم ٭ آ مرے پاس دیکھہ کیا ہوں میں

اقبال
میں کسی کو برا کہوں توبہ ٭ ساری دنیا سے خود برا ہوں میں

حامد
ایسی رندانہ توبہ سے حاصل ٭ ایسے انداز جانتا ہوں میں
نری شعر و سخن ہے یہ لفاظی ٭ قول زور اسکو مانتا ہوں میں
سچ ہے یہ فی قلوبہم مرض ٭ اس یقیں سے برا ہوا ہوں میں
گبر متقنا ہے خوف کا یہ مقام ٭ جس سے اسوقت ڈانٹتا ہوں میں
بے شعوری کی زندگی غافل ٭ باشعوری میں دیکھتا ہوں میں

اقبال
جام ٹوٹا ہوا ہوں میں لیکن ٭ نشۂ حق سے بھرا ہوا ہوں میں

حامد

آپ انگور میں جو ڈوبے ہیں ⁂ انکو ہر وقت تاڑتا ہوں میں
ٹوٹ جائیں خدا کرے یہ جام ⁂ یہ دعا حق سے مانگتا ہوں میں
حوض کوثر پہ ہوں مئے حق کی ⁂ جام بھر بھر پلا رہا ہوں میں

اقبال

ایک دانے پہ ہے نظر تیری ⁂ اور خرمن کو دیکھتا ہوں میں

حامد

ہے میرے پاس دانۂ ایماں ⁂ ہر زمیں میں لگا رہا ہوں میں
اسی دانے سے دیکھ دانا دل ⁂ کتنے خرمن بنا رہا ہوں میں

اقبال

تو جدائی پہ جان دیتا ہے ⁂ وصل کی راہ سوچتا ہوں میں

حامد

یار سے وصل جس سے ہو جائے ⁂ راہ سیدھی نکالتا ہوں میں
میں ہوں غیر سے جدا کیونکر ⁂ یار کا وصل چاہتا ہوں میں

اقبال

بھائیو نہیں بگاڑ ہو جس سے ⁂ اس عبادت کو کیا سراہوں میں

حامد

جس عبادت میں ہوے شرکت غیر ⁂ اس عبادت کو کیا سراہوں میں
بھائی چھوڑیں نہ جبکہ الفت غیر ⁂ کب تلک اس سے بھر نباہوں میں
میں تو ہوں کل زمانہ کا مصلح ⁂ اللہ اللہ بگاڑ چاہوں میں

اقبال

بُت پرستی تو ایک مذہب ہے ⁂ کفر غفلت کو جانتا ہوں میں

حامد

کفر غفلت ہی مجھکو کیا نسبت ⁂ تیری غفلت کو جانتا ہوں میں
میرا مذہب تو حق پرستی ہے ⁂ بُت پرستی سے بھاگتا ہوں میں
میرا کعبہ بتوں سے صاف کیا ⁂ ماحیِ شرک پر فدا ہوں میں

اقبال

مرگ اغیار پر خوشی ہے تجھے ⁂ اور آنسو بہا رہا ہوں میں
میرے رونے پہ ہنس رہا ہے تو ⁂ تیرے ہنسنے پہ رو رہا ہوں میں

حامد

مرگ اغیار یار کے ہے لئے ×+
یار چاہے تو کیوں نہ چاہوں میں
تجھ سے جاتی رہی ہے غیرت دیں
تجھ پہ آنسو بہا رہا ہوں میں
کفر کی موت پر قلق ہو تجھے
العجب اس پہ ہنس رہا ہوں میں

(باقی آئندہ)

مکرمی ایڈیٹر صاحب الحکم! السلام علیکم۔
ھدیہ ثاقب آپکے اخبار کے ناظرین کی نذر ہے اخبار گوہر بار میں درج فرمائیے۔ اس میں کشتی نوح کی تعلیم کو نظم کیا ہے۔ حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کے الفاظ ہی بندش میں لئے جائیں۔ بالتدریج نظم ہوتی رہے گی امید ہے کہ آپ چھاپتے رہیں گے۔

(محمد نواب خاں ثاقب مالیر کوٹلوی)

ھدیہ ثاقب

بزرگان ملت سلام علیکم
سلام علیکم وقلبی لدیکم
جہاں میں گناہوں کا اُٹھا جو طوفان
ہوا غیب سے ایک کشتی کا سامان
وہ طوفان کیا تھا عذاب خدا تھا
وہ طاعون تھا اور عقاب خدا تھا
تنور زمیں جوش سے تھا اُبلتا
یہ پھرتا تھا پانی زمیں سے اُچھلتا
کہ اتنے میں اک ناخدا نے ندا دی
کہ آؤ خدا نے یہ کشتی بنا دی
وہ نوح نبی بنکے آیا خدا سے
سلامت کا مژدہ وہ لایا خدا سے
بروز محمدؐ مثیل مسیحا
مقدر تھی جس پر شکست چلیپا
وہ احمدؐ جو احمدؐ کا پیغام لائے
ہم اُنپہ ہیں ایمان و اسلام لائے
محمدؐ سے انکو محبت ہے ایسی
کہ باہم ہیں ہم رنگ وحدت ہے ایسی
خلاف اسکی جس جس نے کہولے دہن ہیں
گئے پھر جواب اُس سے دنداں شکن ہیں
اُٹھا وہ جری خدا قادیاں سے
زمین سلامت کے دار الاماں کر
سعیدوں کو کشتی پہ بٹھلا کے چھوڑا
کنار سلامت پہ پہونچا کے چھوڑا
تھی وہ کشتی نوح تعلیم احمدؐ
ہوں ماں باپ میرے فدائے محمدؐ
جو دی اس مسیحا نے تعلیم ہمکو
ہے یہ جان او دل سے وہ تسلیم ہمکو
یہی دل میں آئی اسے نظم کر دوں
یہ سلک گہر میں یہ بزم کر دوں

پڑھو گرچہ ثاقب کی منظوم ہے یہ
یہ تعلیم احمد کا مفہوم ہے یہ

منظوم الکلام الفصیح فی تعلیم المسیح

تمہارا زباں سے یہ اقرار بیعت
ہے لاشے نہ جبتک ہو دل کی عزیمت
جو ہے میری تعلیم پہ دل سے عامل
گئے دل سے ہو میرے گہر میں وہ داخل
وہ گہر جسکا وعدہ خدا نے دیا ہے
حفاظت کا تم سبکی ذمہ لیا ہے
جو اس دار کی چار دیوار میں ہے
ہمارے تو الہام فی الدار میں ہے
نہ سمجھو وہی لوگ ہیں گہر کے اندر
ملا ہے جنہیں خشت او خاک کا گہر
نہیں بلکہ وہ لوگ بھی دار میں ہیں
مری پیروی کی جو آثار میں ہیں
مرا گہر حقیقت میں روحانیت ہے
ہوا جسمیں تقویٰ کی جسمیں صفت ہے
وہ ہیں چند باتیں مری پیروی کی
وہ ہے پیروی پیارے زندہ نبیؐ کی
بڑی بات یہ ہے جو بالابتدا ہے
یقیناً یہ جانو کہ واحد خدا ہے
وہ قیوم ہے جس سے قایم جہاں ہے
وہ قادر ہے اور خالق جسم جاں ہے
نہ بدلیں نہ بدلیں ازل سے ابد تک
نہیں رو فنا کو صفات احد تک
نہ خود ہی پسر اور نہ اسکے پسر ہے
یہی ایسے پیوند سے سربسر ہے
وہ زندہ ہی سُولی پہ چڑہا کر مرے کیوں
وہ رو رو کے فریاد و غوغا کرے کیوں
وہ ہے دور اور اسپہ نزدیک تر ہے
اُسے ذرہ ذرہ پہ یکساں نظر ہے
رگ جاں سے نزدیک اور دور سے وہ
پرے آنکھ سے آنکھ کا سا نور ہے وہ

(باقی آئندہ)

۲۴ر دسمبر ۱۹۰۲ء

۲۵ر دسمبر ۱۹۰۲ء

ظہر سے پہلے حضرت حجۃ اللہ نے اپنی بشارات کا الہام سنایا جو یہ ہے انی صادق صادق وسیشہد اللہ لی

دربار شام

اول۔ حضرت حجۃ اللہ کے حضور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن بہیرہ کا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے تعارف کرایا۔ اور پہر **اللوا** کے متعلق بعض تذکرہ ہوتے رہے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد فرمایا کہ ہمارے لئے تو جو کوئی کچھ لکھتا ہے خواہ وہ کچھ ہی لکھے ہمارے لئے خیر کا باعث ضرور ہو جاتا ہے اب دیکھو اگر اللوا کچھ نہ لکھتا تو یہ مضمون لکھنے کی تحریک کیونکر ہوتی۔ ان تحریکوں سے یہ رسالہ طیار ہو گیا ہے اور امید ہے کہ بہت سعید الفطرت لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود چوں بیاید ہنوز خر باشد بعض مرتد لوگوں کے پہر مسلمان ہونے کے تذکرہ پر فرمایا کہ اکثر لوگ تبدیل مذہب محض اکل اشرب کے لئے کرتے ہیں انکو اسلام کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ خصوصاً وہ لوگ جو عیسائیت کی آزادانہ زندگی بسر کر چکے ہوں انسے اسلام کی پابندیاں ہونا بہت ہی مشکل ہے البتہ جو سعید الفطرت ہیں وہ اس سے الگ ہیں حقیقت اسلام کی طرف دیکھا جاوے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو لوگ بدکار ہیں اور جنکے رگ و ریشہ میں فسق و فجور ملا ہوا ہے وہ ہمارے کام کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انکو اسلام کی حقیقت سے کوئی مناسبت اور تعلق نہیں ہمارے کام کے تو وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندیوں کا بوجھ اٹھا سکیں۔ اور تقویٰ و طہارت سے تزکیہ نفس کریں اس لئے بہت بہرتی بہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس کوئی ایسا شخص خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی اگر ہمارے پاس آتا ہے اور اسکی خواہشوں میں گند بہرا ہوا ہے کہ جب ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ذکر کرتا ہے دنیا کا اور نفسانی اغراض کا وہ ہمارے مطلب کا کیسے ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہی اکرام متقی ہی کا تہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم**۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکے نزدیک جو مکرم ہے وہی ہمارے نزدیک مکرم ہو سکتا ہے۔ اور وہ متقی ہوتا ہے اسکے سوا منافق۔ ہم اپنی جماعت کے لئے یہی چاہتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں ترقی کرے اور اگر باہر سے کوئی آوے تو وہ ایسا ہونا چاہیئے جو متقی بننا چاہتا ہو۔ ورنہ بدنام کرنے والا نہ ہو۔

ازاں بعد مفتی محمد صادق صاحب نے کیا مسیح خدا تہا؟ کے نام سے ایک یونی ٹیرین کا رسالہ سنایا اسکا اقتباس ہم پہر کسی وقت دینگے انشاء اللہ العزیز۔

اور اس اثنا میں ایک پنڈت صاحب نے آکر بڑے اخلاص سے نیاز حاصل کیا حضرت اقدس بہی بڑے تلطف اور کرم سے جیسا کہ آپ کا ہمیشہ سے معمول ہے پیش آئے۔ پنڈت صاحب شوق سے وہ رسالہ سنتے رہے۔ پہر نماز عشاء ہو کر اجلاس ختم ہوا۔

۲۶ر دسمبر کی رویداد الگ زیر عنوان

ای سِکر اِفِر ٹرو تہہ

شائع ہوئی ہے

۲۷ر دسمبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

فرمایا۔ ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جو امور ایسے ہوں کہ انکی سمجھ میں نہ آئیں تو انکو اپنی جگہ کوئی رائے انکے متعلق ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں بجائے اس کے کہ وہ پس پشت رائے زنی کریں ہم سے دریافت کر لیا کریں کیونکہ یہ طریق خطرناک ہے کہ ایک بات سمجھ میں آئی اور پہر اسپر رائے زنی کرنے لگیں۔ اس سے اعمال کے حبط ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ہمارا سارا کاروبار اللہ ہی کیلئے ہے اور کوئی امر ایسا نہیں ہوتا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو۔

اسکے بعد لاہور کے پادری گرلیں وولڈ کا ایک پمفلٹ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے پڑہ کر سنایا۔ اس رسالہ پر امید کی جاتی ہے کہ ریویو آف ریلیجنز میں کوئی نوٹس لیا جاوے لیکن ہم امید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے ہیں کہ **الحکم** کے مقاصد کے لحاظ سے اسپر ریویو کیا جاوے۔

۲۸ر اور ۲۹ر دسمبر کی شام کو بہی یہی رسالہ پڑہا گیا

۲۹ر دسمبر کو رسالہ کے سنانے سے پہلے کیقدر کلام آپ نے فرمایا وہ ہم محل اور موقع کی مناسبت سے آئندہ کسی وقت دیں گے۔

۲۸ر دسمبر ۱۹۰۲ء

"غیر معمولی ملاقات"

قبل دوپہر حضرت اقدس کے حضور بعض احباب کو شرف قدم بوسی حاصل ہوا۔ جناب ابو سعید عرب صاحب نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور گونہ افسوس ظاہر کیا کہ انکو اس سلسلہ کی آگاہی اور اطلاع نہیں۔ حضرت اقدس حجۃ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہونچے تہے تاہم ابہی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تہا۔ ہم نے ایسے طرز پر اسکو قلمبند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آئیگا انشاء اللہ العزیز (ایڈیٹر)

دنیا دار العجب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار العجب رکہا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا ہے اسنے دنیا میں اپنے اور رسول بہیجے مگر اپنا منہ چھپایا۔ اس نے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اترتے نہیں دیکہا۔ نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں کیں بعض انہیں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں وہ لوگ جنکی نظر دنیا کی سطح سے اوپر نہیں جاتی انہوں نے ان باتوں کو

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء

غیر معمولی ملاقات

قبل دوپہر حضرۃ اقدس کے حضور بعض احباب کو شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔ جناب

بو سعید عرب صاحب نے

اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور گونہ افسوس ظاہر کیا کہ انکو اس سلسلہ کی حقانیت کی اطلاع نہیں۔ حضرۃ حجۃ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہونچے تھے تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا۔ ہمنے ایسی طرز پر اسکو قلمبند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آوے گا انشاء اللہ العزیز۔ ایڈیٹر

دنیا دار الحجب ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الحجب رکھا ہے کچھہ چھپایا ہے کچھہ ظاہر کیا ہے اُسنے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے مگر اپنا منہ چھپایا۔ اُسنے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابونکو اُترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں کیں بعض انہیں سے پوری ہو گئیں اور کچھہ باقی رہ گئیں وہ لوگ جن کی نظر دنیا کے سطح سے اوپر نہیں جاتی انھوں نے ان باتونکو دیکھہ کر اعتراض کیا اور کہدیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی مگر انھیں اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر اطلاع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ کہ تا ایمان داروں اور جلدبازوں میں امتیاز ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اُسی جو کچھہ قیامت کو کرنا ہے وہ ابھی دنیا میں کرکے دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ علی کل شئی قدیر ہے مگر پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ اور نہ اسکے ثمرات میسر ہوتے۔ جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اسکو نہیں سمجھہ سکتے وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھہ نہ کچھہ مخفی رہنا ضروری ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے

شقی اور سعید

منھم شقی و سعید یہ دونوں فریق اسی سے بنتے ہیں سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حسن ظن اور صبر سے کام لیکر ایمان لاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں وہ جلد بازی سے کام لیکر اعتراض کرتے ہیں۔ جو لوگ منہاج نبوۃ کو نہیں چھوڑتے وہ ٹھوکر نہیں کہاتے۔ اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کرتے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مجھپر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھپر اعتراض کریگا وہ دین سے خارج ہوکر اعتراض کریگا۔

عرب صاحب نے حضرۃ حجۃ اللہ کے جذب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں ۱۸۹۴ء میں لاہور آیا جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھو ایک کتاب آپکی تصدیق میں اور ایک مولوی نے آپ کی تردید میں دی مگر میں نے دونوں واپس کو دیدیں اور پھر وہ الٹی مجھے کہا گیا کہ قادیان آؤں مگر میں نہ آیا اور اب خدا کی شان ہے کہ وہ استقدر فاصلہ سے (رنگون) مجھے لایا اور اسقدر خرچ کثیر کے بعد مجھے آنا پڑا۔

نماز کی بےذوقی اور ذوق۔

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر دل نہیں ہوتا۔ فرمایا جب خدا کو پہچان لوگے تو پھر نماز ہی نماز میں رہوگے دیکھو یہ بات انسان کی فطرۃ میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اسکو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ نخواہ اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرحپر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کرلیتا ہے اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہوکر اسی کیطرف دوڑتا ہے اور بےذوقی سے ایکذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جسمیں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزہ اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھکر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے تمام لذت اور ذوق دعاہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا خواہ رات کو موت آجاوے یا دن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں انکے لیے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذۃ اور خوشی حاصل کرسکیں۔

انسان جس لذۃ کا خوگرفتہ اور عادی ہو جب وہ اس سے چھڑائی جاوے تو وہ ایک دکھہ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنیوالا ہو تو ایکدن یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑینگی پھر وہ سیدھا جہنم میں جاویگا لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں اسکو کوئی دکھہ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسوقت چاہتا ہے دلمیں یہ بات ڈالدیتا ہے اور اسکو سمجھہ آجاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشحالی اسمیں ہے کہ خدا کو پہچانا جاوے۔ دیکھو میں اسوقت یہ بات تو کر رہا ہوں مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہے کہ دلوں تک اسکو پہنچا بھی دوں یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلونکو زندہ کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے۔ باقی تمام جوارح آنکھہ۔ ہاتھہ وغیرہ جتنے ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں مگر دل انکو اختیار میں نہیں ہے اسوقت تک اپنے آپکو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے جبتک دل مسلمان نہ ہو جاوے اور دل مسلمان نہیں ہوتا جبتک وہ لہو و لعب سے لذۃ حاصل کرتا ہے اسکے مسلمان ہونیکا وہی وقت ہے جب وہ دنیوی حیثیت سے دل برداشتہ ہو گیا ہے اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں ایک تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپکو ایسا شمار کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں بلکہ اور ہوگیا ہوں پھر دلمیں ایک کشش پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذۃ حاصل کرتا ہے اور ایسی محبت اس کو اسکے ساتھہ ہو جاتی ہے جیسے کسی اپنے عزیز کو دیکھکر خوش ہوتا ہے یہ ہے اصل جڑ ایمان کی مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم اس بات کا نمونہ نہیں بتا سکتے اور نہ الفاظ میں اسکو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ الفاظ حقیقۃ کے قائم مقام نہیں ہوتے۔ جب یہ حالت آتی ہے تو پھر انسان اپنے گذشتہ زندگی پر حسرت اور افسوس کرتا ہے کہ وہ یونہی ضائع ہوگئی کیوں پہلے ایسی حالت مجھپر نہ آئی۔ نماز کیا چیز ہے؟ نماز اصل میں رب العزۃ سے دعا ہے جسکے

نماز کیا ہے

بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے جب خدا تعالیٰ اسپر اپنا فضل کریگا اسوقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی اُسوقت سے اسکو نماز میں لذۃ اور ذوق آنے لگے گا۔ جسطرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے اسیطرح پھر گریہ و بکا کی لذۃ آئیگی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائیگی

دیکھنا ہے گو ہم اسکی کنہ اور کیفیت بیان نہ کرسکیں مگر یہ سچی بات ہے کہ اسکو علو ہی سے تعلق ہے بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں ہر صورت میں فلسفہ کام نہیں آتا + پس اصل بات یہی ہے کہ ایک وقت ایسی حالت انسان پر آتی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اس کے دل پر کچھہ گرا ہے جو اسے رقیق کردیتا ہے اسوقت نیکی کا بیج اسمیں بویا جاوے گا + + + فقط

دارالامان میں دسمبر کا آخری ہفتہ

دسمبر کے آخری ہفتہ میں اجتماع کا آغاز۔

غالباً ۱۸۹۱ء ہی کے دسمبر کا آخر ہفتہ وہ پہلا ہفتہ ہے جب سے کہ اس تقریب پر احباب کے مجمعوں کا آغاز دارالامان میں شروع ہوا ÷ گویا اس لحاظ سے ہم زمانہ کے عرفی الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پہلا سالانہ اجلاس دسمبر ۱۸۹۱ء میں ہوا۔ اس جلسہ پر کل ملا کر ۷۰ کے قریب دوست جمع ہوئے تھے اور صرف اسقدر ہی کارروائی ہوئی کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو بعد نماز ظہر رسالہ **آسمانی فیصلہ** حضرۃ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

آیندہ کے لیے جلسوں کا انعقاد۔

آیندہ کے لیے حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء نے تجویز کیا کہ انھیں تاریخوں میں احباب جمع ہوا کریں چنانچہ اس تجویز کے مطابق ہر سال باوجود بہت سی قدرتی روکوں کے بھی یہ جلسے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک ان دنوں میں گذشتہ سالوں میں باوصفیکہ **طاعون** کی وجہ سے بہت سی روکیں اور مشکلات سفر میں پیدا ہوگئیں تھیں لیکن پھر بھی بسا اوقات یہ اجتماع ہزاروں انسانوں کے مجمع تک پہونچ گیا۔ اور کرسمس تعطیلات کے علاوہ عیدین پر بھی بڑے بڑے مجمع ہونے لگے۔

ان مجمعوں کی غرض کیا تھی؟

یہ جلسے کس غرض کے لیے منعقد کیے جاتے تھے اور کیے جاتے ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جسکا جواب گو ہمارے ناظرین الحکم کو ایک حد تک معلوم ہی ہو مگر ان لوگوں کے لیے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد سے ہنوز ناواقف ہیں یا جنہیں اس سلسلہ کے متعلق غلط بیانیاں کی گئی ہیں ان پاک اغراض کو جو ان جلسوں سے رکھی گئی تھیں بیان کرنا ضروری ہے اور بجائے اس کے کہ ہم اپنے الفاظ میں ان امور کو بیان کریں بہتر اور مناسب ہوگا کہ خود اس سلسلہ کے پیشوا اور امام ہی کے الفاظ میں اسکو بیان کر دیا جاوے۔

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولے کریم اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجاوے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض

بیعت کی غرض

کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالے چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو۔ اور یقین کامل ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جاوے سو اس بات کے لیے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیے۔ اور دعا کرنا چاہیے کہ خدا تعالے یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے

بیعت کیونکر بابرکت ہو

کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی چونکہ ہر ایک کے لیے بباعث ضعف فطرۃ یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لیے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتغال شوق نہیں کہ ملاقات کے لیے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لیے مقرر کیے جاویں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالے چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آیندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع **تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لیے اور دعا میں شریک ہونے کے لیے اس تاریخ پر آجانا چاہیے** اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لیے خاص دعائیں اور توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کیجاویگی کہ خدا تعالے اپنی طرف انکو کھینچے اور اپنے لیے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کا منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس جلسہ میں سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی جاوے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور انکی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لیے بدرگاہ حضرۃ جل شانہ کوشش کی جاوے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو وقتاً فوقتاً

ظاہر ہوتے رہیں گے"

غرض ان مطالب اور مقاصد کو ملحوظ خاطر رکھکر حضرۃ اقدس نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تھی اور آج ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے **بارھویں سالانہ جلسہ** کے حالات سے ناظرین الحکم کو آگاہ کیا چاہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمکو یہ توفیق ۱۸۹۷ء سے ملی کہ ہم ان جلسوں کی روئداد وں کو شائع کریں چنانچہ ۱۸۹۷ء کے جلسہ کی روئداد ایک مبسوط رپورٹ کی صورت میں جو ۱۲ جزو کی ایک کتاب ہے پہلی رپورٹ شائع ہوئی۔ پھر سال بسال اس مقصد کے پورا کرنیکا ذریعہ الحکم ہی کو قرار دیا گیا۔

جلسہ کی ممانعت بعض لوکل اور پراونشل ضرورتوں کے لحاظ سے خصوصاً طاعون کے عام انتشار کیوجہ سے اس سال حضرۃ حجۃ اللہ نے گذشتہ سال کیطرح قرین مصلحت سمجھا کہ عام اثردہام کو روکدیا جاوے چنانچہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں اعلیٰ حضرۃ کیطرف سے ایک اعلان بطور ضمیمہ کے شائع ہو چکا ہے لیکن باینہمہ احباب کا اس تقریب پر جمع ہو جانا اب کوئی غیر معمولی بات نہیں رہی + اسلیے باوجود ممانعت کا اعلان جاری ہو نیکے بھی احباب کی آمد ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء سے شروع ہو گئی۔

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء کو وزیر آباد اور جموں سے بعض احباب تشریف لے آئے آج کوئی غیر معمولی کارروائی نہیں ہوئی بلکہ جس قدر حصہ الحکم کی گذشتہ ڈائری میں دیا گیا ہے وہی آج کی کارروائی ہے۔

۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء آج سیالکوٹ بھیرہ اور لاہور سے اکثر احباب آگئے بھیرہ سے آنیوالی جماعت میں سے ہم جناب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کو انٹروڈیوس کرتے ہیں عشا سے پہلے مولوی عبد الکریم صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو حضرۃ اقدس کے حضور پیش کیا ہو بتایا کہ ڈاکٹر صاحب جو ایک وجیہ نوجوان ہیں اس سلسلہ کے ساتھ سچا اخلاص رکھنے والے اور اسکی عزیمیات میں جوش سے حصہ لینے والے ہیں۔ سیالکوٹ سے بڑے مکرم میر حامد شاہ صاحب تھے۔ آج بھی کوئی غیر ملکی کارروائی نہیں ہوئی۔ قبل نماز عشا جو ہوا وہ ہم ڈائری کے سلسلہ میں دینگے۔ آخر دسمبر تک کوئی بات نہیں اسلیے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں +

انانیت اور صدّیقیت

یہ ایک خطبہ کا خلاصہ ہے جو دوسری جنوری ۱۹۰۳ء کو حضرۃ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھا

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

ان آیتوں میں ایک بات ہے جو اسبات کی جڑھ ہے کہ کسطرح انسان ان نعمتوں کا جو اللہ تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کے رنگ میں آتے ہیں انکار کرتا ہے باوجودیکہ اس نعمت کی اشد ضرورت ہے اور تمام نعمتوں اور فضلوں سے بڑھ کر وجود ہوتے ہیں پھر وہ کیا بلا اور آفت ہوتی ہے جو اتنی بڑی عظیم الشان ضرورۃ سے نہ صرف انکار کراتی بلکہ مقابلہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔ کتاب اللہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیڑا جو سعادت کی جڑھ کو کاٹتا ہے وہ انانیت کا کیڑا ہے جب رسل منکروں کے پاس دلائل اور معجزات لیکر آئے تو وہ **فرحوا بما عندهم من العلم** کے مصداق ہو گئے۔ یعنی جو کچھہ ان کے پاس علم تھا اُسپر نازاں کرنے لگے اور خوش ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ان علوم کو اپنی اس واقفیت کو معیار ٹھیراکر راستبازوں کو پرکھنا شروع کیا ان فرضی اور خیالی کسوٹیوں پر ماموران الٰہی کیونکر پورے اُترتے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انکار کر بیٹھے اور ہلاک ہو گئے سب سے بڑی اور بھاری روک کی چٹان جو اس راہ میں ہے جس سے بہتوں نے ٹھوکر کھائی اور جس کا بنیادی پتھر ابلیس نے رکھا تھا وہ یہی خودی اور انانیت ہے کہ اسنے کہا **انا خیر منه** یہ لعنتی سلسلہ کی بنا ہے

جو خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں شروع ہوتا ہے یہی وہ لفظ ہے جس نے اسکو ساری سعادت مندیوں اور ترقیوں سے روکدیا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں سے دور پھینکدیا۔ اپنے تئیں کچھہ سمجھنا یہ ایک ایسی خطرناک زہر ہے کہ اس کے استعمال کرنے والا کبھی بچ سکتا ہی نہیں تو وہی راز تھا جو سارے نبی اس کبر اور انانیت سے بچنے کی تعلیم دیتے آئے۔

اس راہ میں (جو اللہ کی راہ ہے جو شخص سچی لذۃ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ملنا چاہتا ہے اور اس کے دل میں تڑپ ہے کہ اُسکا سینہ اس کے نور اور فیضان سے بھر جاوے) یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کے کبر سے پاک ہو۔ یہ اسقدر قسمیں رکھتا ہے کہ گن نہیں سکتے ان سب سے بڑھ کر خودی اور انانیت ہے۔ اللہ جل شانہ نے **انا خیر منه** کہنے والے کو پسند نہیں کیا بلکہ اسکو ملعون ٹھیرایا اسکے حضور برگزیدہ قوم وہ ٹھیری جسنے کہا **سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ**

مولیٰ کریم! تو ہی اپنی مصلحتوں کو جانتا ہے ہمکو کیا معلوم ہے کہ تیرا یہ خلیفہ کن اغراض اور مصالح کے لیے پیدا کیا گیا ہے ہمارا علم کچھہ نہیں ہم تو اسی قدر جانتے ہیں جو تو نے ہمکو علم بخشا۔ بیشک تو ہی علیم و حکیم ہے۔

اس قوم کی مانند اس دوسرے متکبر کا بھی حق ہونا چاہیے تھا کہ وہ اپنی محدود و ادنیٰ ضعیف ہستی پر نظر کرتا اور خدا کی مشیت اور خلیفۃ اللہ کی بعثت پر اعتراض کرنے کے لیے انانیت سے کام نہ لیتا مگر اسنے **انا خیر منه** کہکر انانیت کی لعنت کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔

اس انانیت کے مقابلہ میں ایک اور صفت ہے جو سعیدوں میں ہوتی ہے وہ **صدیقیت** کی صفت ہے۔ اس صفت کا عظیم الشان مظہر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک فرشتہ گذرا ہے جس کا نام ابوبکر صدیق تھا رضی اللہ عنہ جسکی نظیر اسوقت تک قائم رہیگی جب تک دنیا میں ہادی اور مفتی کشتی لڑینگے + اور ہر نظیر کو

سعادتمند کے فرزند ہمیشہ ہمیشہ سبق لیتے رہینگے اس لئے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوۃ و رسالۃ پر کسی قسم کی تحقیقات و تامل نہیں کیا **ماللہ** اور **ما علیہ** پر بحث نہیں کیں خلیفۃ اللہ کی دعوۃ جہاں پہونچی وہیں کہدیا کہ **وہ صادق ہے** ہر ایک شخص جو غور کرنے والا دل رکھتا ہے اور ذوق والا دل رکھتا ہے اس معاملہ میں سوچے۔ ابوبکر کا سر قریش میں بڑا غور کن اور دقیقہ رس مانا گیا تھا۔ انساب کے متعلق جھگڑوں اور مشاجرات میں ابوبکر کی رائے قطعی ہوتی تھی اور تمام دنیا کے معاملات میں بنظیر ہوشیار اور ذکی تھا ایک ایسے معاملہ میں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قوم اور برادری کے تعلقات کو یک لخت چھوڑ کر گویا ایک آگ میں کودنا تھا۔ اور دنیا کے تمام دکھوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنا تھا وہ ذرا پیش وپس نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ **محمد** سچا ہے صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے؟ ایکطرف یہ نظیر ہے دوسری طرف وہ ابلیس موجود ہے جو کہتا ہے **اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ**۔

بات یہی ہے کہ صدیق نے انانیت کو دور کردیا اور خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں اپنی ہستی کو محض لاشے سمجھا اور کالمیت ہو کر داعی کے امر کو قبول کیا جس سے یہ عظیم الشان صدق کی روح اسمیں نفخ ہوئی۔ جب تک مامور و مرسل کے مقابلہ میں کوئی اس صدیقی رنگ کو اختیار نہیں کرتا وہ اپنے سینہ کو اس نور سے نہیں بھر سکتا جو خدا کی یہ قوم لیکر آتی ہے۔

ہمارے زمانہ میں جب خلیفۃ اللہ نے ارمن اللہ بولا ہے تو بہت سی ملک صفت صدیقی مشرب انسان بول اُٹھے کہ یہ آسان دعوی ہے اس سے بھی بڑا دعوی تو ہمیں ماننے میں کوئی عذر نہیں میرے مکرم مخدوم مولوی نورالدین صاحب سے شروع دعوے میں ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونیکا دعوی کیا ہے آپنے فوراً شرح صدر سے کہا پر تو دعوی نبی کہے تو ماننے کو طیار ہوں گو دیر بہاری کیطرح متکا تز دلائل ہوگئے ہیں مگر واللہ اُسوقت جب **نورالدین** نے مانا تو دعوی ہی دعوی تھا دلائل بالکل مخفی تھے۔ مگر مجھے عجیب ذوق آتا ہے کہ ایکطرف یہ صدیقی مشرب انسان ہے جو تسلیم کرتا ہے دوسری طرف ایک دوسرا شخص ہے جو کہتا ہے کہ اربعون اسین منعی ہے

ہمنے اسکو او نچا کیا اور ہم گر لے ینگے

اس **انا** کے مترادف **ہم** نے اسکو اسفل السافلین میں گرا دیا اور یہ **خلیفۃ اللہ** ملائکہ کا مسجود ہوکر رہا۔ وہ ہم کہنے والا اس نعمت اور نور سے اس ذوق اور سرور سے جو اس کے دربار میں اس کے کلام اور صحبت سے ملتا ہے محروم ہو گیا۔

غرض یاد رکھو سب سے بڑی روک انانیت ہے جو صد یقیت کے نور سے محروم کرتی ہے اس لیے ہر ایک شخص کو جو چاہتا ہے کہ وہ معرفۃ اور بصیرۃ میں ترقی کرے اللہ کے فیضان اور انوار کو حاصل کرے ضروری ہے کہ وہ اپنے سینہ کو کبر کے ان بتوں سے صاف کرے۔ کسی گوشہ میں کسی قسم کا علم رکھا ہوا ہو تو وہ اسکو اس خلیفۃ اللہ کے مقابل نکال ڈالے۔ خلیفۃ اللہ کی ہر حرکت وسکون قول وفعل غرض ہر ادا کے ساتھ پوری صلح اور آشتی ہو اور کبھی لفظ زبان پر نہ آنے پاوے کہ

یہ ٹھیک نہیں

جو یہ کہتا ہے اور اس کی کسی ادا پر اعتراض کرتا ہے وہ یاد رکھے کہ اس کے اندر انانیت کا خبیث مادہ ہے یہ اگر منارہ کا حکم دیتا ہے تو ٹھیک ہو کیوں؟ خلیفۃ اللہ ہے مسیح کا دعوی کرتا ہے مرسل اللہ کہتا ہے باغ کو گرو رکھتا ہے یا بیٹے کو عاق کرتا ہے سب ٹھیک ہے کیوں مرسل اللہ ہے؟ پس یاد رکھو کہ خدا کے فیضان اور علوم حقہ کے وارث ہونا چاہتے ہو تو اسکی ہر حرکت وسکون سے کلی آشتی پیدا کرو۔ کوئی رزم اور پیکار تمہارے دل میں نہ رہے بڑی لعنت مکذبوں پر اسی سے پڑی فرحوا بما عندھم من علم۔ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی نور اور حکیم کتاب میں یہ آیات کیوں ہیں؟ اس لیے کہ تا آیندہ کیلیے یہ سبق اور ہدایت ہو۔ اور ارشاد حاصل کرنے والوں کے لیے رہنما ہے

برادران اللہ تعالیٰ کے فضل کا وقت ہے بشارت ہو بیدار کی ہو تمکو کہ تم اس نور کے سامنے آئے اور اس سورج کیطرف تم نے کھڑکیاں کھولدی ہیں

اب ہر شخص کو خاتمہ بالخیر کے لیے ڈرنا چاہیے کبھی بھی نفس سے مطمئن نہ ہو یہ بسا اوقات طرح طرح کی شرارتیں پیش کر دیتا ہے۔ تمکو چاہیے کہ تمکو خلیفۃ اللہ کے کسی قول وفعل حرکت وسکون پر سوتے ہوئے جاگتے ہوئے اٹھتے بیٹھتے غرض کسی حالت میں کوئی اعتراض نہ ہو۔ جب یہ حالت پیدا ہو جاوے تم دیکھوگے کہ سینہ میں ایک نور اُترتا ہے اور نمازوں اور دعاؤں میں لذت آنے لگتی ہے پھر نیا سلسلہ نیا خدا نظر آئے گا۔ میرے دل میں بہت جوش اس قسم کا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک صدیقی مشرب ہو۔ سب کے سب اس خلیفہ کے مقابلہ میں جو اللہ کی مشیت نافذہ ہے اور حجت قاطعہ ہے جاہل بنجاؤ۔ اس لیے میری بڑی تڑپ ہے فیضان حق کی اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے کہ اسکے سامنے ہم اسطرح بیٹھیں جیسے کہ عین جاڑے کی شدۃ میں سورج کے وجود کو غنیمت سمجھکر اس کے سامنے بیٹھتے ہیں خدا تعالیٰ ہمارے اخلاق وعادات وتقویٰ وطہارۃ وخشیت میں وہ حالت پیدا کرے کہ ہم اس خلیفۃ اللہ کی دعاؤں کے فیوض کو حاصل کرسکیں جو نہایت رقت اور گداز کے ساتھ ہر روز ادپر چڑھتے ہیں۔ امین۔

امور منزلیہ

الحمد للہ کہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بعد نماز فجر خاکسار ایڈیٹر الحکم کے گھر میں دوسری لڑکی (دختر) پیدا ہوئی۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسکو دیندار اور نیک بخت اولاد میرے لیے بنائے جو قرۃ العین ہو اور وہ اپنی حالت وحیثیت کے لحاظ سے (عورت ذات) ہوکر والدین کے لیے مبارک اور سعید ثابت ہو آمین۔

اس عزیزہ کا نام حضرۃ امام علیہ السلام نے حمیدہ تجویز فرمایا اللہ تعالیٰ اسمیں وہ اوصاف پیدا کرے جو اس کے نام کے لحاظ سے اسے حمیدہ خاتون ثابت کریں امین

یسوع مسیح مرقومہ بشپ صاحب لاہور پر ریویو

(نمبر نہم)

مسیح کے جلالی جی اٹھنے پر ہم اس ریویو کے حسب حال کافی بحث کر چکے ہیں۔ اور زیادہ بسط و شرح سے اس مضمون پر ریویو کرتے ہوئے انشاء اللہ لکھیں گے جو **قیامۃ المسیح** کے عنوان سے رسالہ ترقی میں طبع ہوا ہے۔

بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ "انجیل کی کتاب کا لکھنا اسکی شان سے بعید تھا اور اس کام کے واسطے اس کے شاگرد مقرر کیے گئے جنپر وحی ہوئی اور روح القدس کی ہدایت پا کے انھوں نے تمام بنی آدم کی ہدایت اور تسلی کے لیے انجیلوں کو قلمبند کر دیا۔"

بشپ صاحب کی عادت میں یا تو یہ امر داخل ہے اور یہ سکینڈ نیچر ہو گیا ہے کہ وہ جو دعوے بیان کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کرتے اور یا انجیل اور عیسائی دین کی تاثیر اسکا سبب ہے کیونکہ یہ کتاب اپنے دعاوی پر کوئی دلیل اپنے اندر سے پیش ہی نہیں کر سکتی تو بہر حال ہمیں بشپ صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نے خود کوئی انجیل نہیں لکھی اور جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ مسیح کے شاگردوں نے وحی اور روح القدس کی ہدایت سے لکھا۔

ہمکو اس امر کی زیادہ تنقیح کی یہاں ضرورت نہیں کہ بشپ صاحب اپنے اس دعوی میں کہانتک سچے ہیں کیونکہ خود انکا بلا دلیل دعوی ہی پیش کرنا اُن کی کمزوری کا نشان ہے لیکن مختصر طور پر اتنا کہدینا ضروری ہے کہ انکا یہ دعوی عیسائیوں کے عام مسلمات اور انجیل کے بھی خلاف ہے قطع نظر ان حوالجات اور ریفرنسز کے جو ہم اس امر کی تائید میں عیسائی مصنفوں اور مفسروں کی کتابوں سے پیش کر سکتے ہیں لوقا اور مرقس کی بابت عام اعتقاد ہے کہ وہ مسیح کے شاگرد یا حواری نہیں اور نہ بارہ حواریوں میں سے کسی کا نام ہے۔ یہ پہلی دلیل ہے بشپ صاحب کے ابطال دعوی پر۔ پھر لوقا خود کہتا ہے کہ جنے جو کچھ لکھا ہے سن سنا کر لکھا ہے چنانچہ اپنی انجیل کے شروع میں اس امر کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُسنے ان چیزوں کا حال ان لوگوں سے جو آنکھ سے دیکھنے والے تھے سنکر لکھا اور پھر یہ بھی تسلیم کر لیتا ہے کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ترتیب سے لکھوں۔ ان الفاظ کو پڑھ کر ہر ایک آدمی اس صحیح نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اول لوقا نے جو کچھ لکھا سنکر لکھا نہ **وحی و الہام سے** جیسا کہ بشپ صاحب کا دعوی ہے دوم لوقا اپنے آپکو شاگردوں کے زمرہ میں داخل نہیں کرتا۔ سوم لوقا اپنی انجیل سے پہلے کی ساری تصنیفات پر پانی پھیرتا ہے کیونکہ وہ اپنی انجیل کو صحت سے لکھنے کا دعوی کرتا ہے۔ چہارم پہلی تصنیفات کو بے ترتیب قرار دیتا ہے۔

اب بشپ صاحب لوقا کی انجیل کے ان دعاوی کو لیکر ذرا اپنے دعوی کی توزین کر کے دکھا دیں کہ لوقا کو کب الہام ہوا۔ کب اُسنے مسیح کی شاگردی کی ایسا ہی حال مرقس کا ہے اکثر عیسائی مصنفوں نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ اول مرقس کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کون کہے اور ایبا سلیکل رکیار ڈز۔ ہیلیس نوٹ دی بائیل سٹڈی وغیرہ کے مطالعہ سے یہی راز کھلتا ہے کہ مرقس کی انجیل میں آخری بارہ آیات مرتدین کی ہیں۔ کیا وہ آیات الہام سے داخل کی گئیں ہیں۔ مرقس کی انجیل کی تحقیقات پر ہمارے ایک مکرم بھائی شیخ عبد الحق صاحب نے جو تین سال تک عیسائی تھیا لوجی کی سٹڈی کرتے رہے ہیں لکھا ہے ہمیں اس انجیل کی حقیقت کو بڑی صفائی سے کھولا ہے بہتر ہو کہ بشپ صاحب اپنے اس دعوی کی تصدیق میں اس رسالہ کا جواب لکھکر دکھائیں اور عیسائی مصنفوں کے اعتراضات کو اٹھائیں جو اسپر کیے جاتے ہیں۔ ایسا ہی حال متی اور یوحنا کی انجیل کا ہے متی کی انجیل پر بھی ایک رسالہ شیخ صاحب موصوف نے شائع کر دیا ہے۔ یہ دونوں رسالے دفتر الحکم سے مل سکتے ہیں۔

غرض یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے کہ اناجیل مروجہ نہ تو الہام سے لکھی گئی ہیں اور نہ انپر وحی ہوئی۔ ہم زور کے ساتھ بشپ صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اس دعوی میں سچے ہیں تو **اناجیل ہی سے ثابت کر کے دکھائیں؟**

اور اس ثبوت میں پادری فورمن نے جو تیغ و سپر عیسوی میں نشانات شناخت رسول کے رکھے ہیں انپر بھی حواریوں کی رسالت کو ثابت کریں۔ بشپ صاحب اگر ساری عمر بھی یہ کام کرتے رہیں تو وہ عہدہ برآ نہو سکیں گے۔

آخر میں بشپ صاحب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اوروں کے ساتھ مقابلہ کرنا تو درکنار ہم ذرا دیکھیں کہ اپنی ذات اور کام کی نسبت جو انکشاف مسیح نے ان آیتوں میں (جنکا حوالہ شروع میں دیا گیا) کیا وہ معقول ہے؟

ہم تو مقابلہ کر کے دکھائیں گے کیونکہ ابھی تک ہم صرف ایک پہلو پر بحث کرتے آئے ہیں۔ بشپ صاحب چونکہ مقابلہ میں یسوع کو پورا نہیں اتار سکتے اس لیے موازنہ سے بچنا چاہتے ہیں ہمارے ناظرین جنہوں نے اس ریویو کے گذشتہ آٹھ نمبر و نکو پڑھا ہے بخوبی جانتے ہیں کہ جو دعاوی بشپ صاحب نے کیے تھے وہ سب کے سب باطل ثابت ہوے ہیں۔ اور اب ان کے اس استفہامی فقرہ کا جواب ہم جرأت کے ساتھ دیتے ہیں کہ **ہرگز معقول نہیں۔**

پھر بشپ صاحب سوال کرتے ہیں کہ اس سے انسانی جوہر کی اشد ضروریات رفع ہوتی ہیں یا نہیں؟ ہم صاف کہتے ہیں اور ہم نے اس جواب کو مدلل کر کے پہلے دکھا دیا ہے کہ **ہرگز نہیں؟**

انجیلی یسوع انسانی ضروریات کا ناکمل نمونہ ہے۔ اور وہ زندگی کے کسی پہلو پر ہادی اور رہنما نہیں ہو سکتا۔ پھر بشپ صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مرشد ہادی یا معلم کی حیثیت سے اپنے آپکو پیش نہیں کرتا۔ تعجب ہے کہ مسیح کا مشن اُن کے نزدیک کیا ہے؟

اور اگر مناسب اور موزون ہوا تو اسی کے ضمن میں ریورنڈ گریسوولڈ کے جدید رسالہ پر ریویو کریں گے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ *

ایک خط

کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ ایک ڈاکٹر چارلس نام عیسائی مذہب کے عالم امریکہ سے عیسویت پر لیکچر دینے کے لیے لاہور تشریف لائے تھے اور لاہور میں انھوں نے کچھ لیکچر دیے ہمارے مکرم بھائی **مفتی محمد صادق** صاحب (جو ہمیشہ اس ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موقع ان کو ملے تو وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کریں اور اسی وجہ سے دور و دراز تک انکی خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے) نے اُنکو ایک دعوتی خط لکھا چونکہ وہ خط دلچسپی سے خالی نہیں اسلیے ہم اپنے ناظرین کی واقفیت کے بڑھانے کے لیے ذیل میں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ **ایڈیٹر**

خط

بخدمت ڈاکٹر چارلس کہتبرٹ ہال صاحب ڈی۔ ڈی۔ بیرو لیکچرر۔

ریورنڈ صاحب - مینے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ آپ امریکہ سے خاص اس مطلب کے لیے تشریف لائے ہیں کہ اس ملک کے باشندوں کو تجربہ مذہب عیسوی پر چند وعظ کریں۔ میں اس بات کے سمجھ سکنے سے قاصر ہوں کہ وہ کونسا تجربہ مذہب عیسویت ہو سکتا ہے جسکو آپ مذہب عیسوی کی صداقت کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کر سکتے ہیں اگر اس تجربہ سے آپکی مراد علمی تحقیقات اور ایجاد اور ملکی قوۃ کی ترقی ہے تو یونان کے بُت پرست اور روما کے ہزار لکھ دیوتاؤں کے پجاری ان علمی اور ملکی ترقیوں کے باعث اپنے زمانہ کے یہود و نصاری کے مقابلہ میں زیادہ تر سچے مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں - اور اگر اس تجربہ سے آپ کی یہ مراد ہے کہ یورپ کے عیسائیوں نے تجارت اور دوسرے ذرائعہ سے بہت روپیہ جمع کر لیا ہے اور یہ اُن کے مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے تو پھر عیسائیت کے معتقدین سیدھے جہنم کو جاتے ہوے نظر آتے ہیں اگر موجودہ یورپ کی تہذیب مذہب عیسوی کی صداقت کا ثبوت ہے تو پھر پہلے حواری اور خود آپکا خداوند یسوع مذہب عیسوی کا ایک بڑا دشمن نظر آتا ہے - اگر عیسائی تجربہ سے آپکا یہ منشا ہے کہ عیسائیوں میں اعلی درجہ کی اخلاقی اور تمدنی خوبیاں پائی جاتی ہیں اور یہ انکی مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے تو یورپ کے موجودہ اخلاق کے متعلق جو سیکڑوں شہادتیں خود اہل یورپ سے ہمکو ملی ہیں اُن میں سے صرف دو تین کو میں اسجگہ نقل کرکے دکھاتا ہوں کہ عیسائی تجربہ کیا شہادت دیتا ہے

(۱) ایسی مفلسی - ایسی تباہی - ایسی مصیبت - ایسی جہالت اسجگہ پائی جاتی ہے کہ یہ مقام مجھے ایک آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی پر نظر آ رہا ہے - (۲) تمام عیسائی دنیا قدیم الایام سے آج تک مفلسی - تباہی - بدی اور پرلے درجہ کی گناہ گاری میں پڑی ہوئی ہے - (۳) لکھو کھا آدمی جو بپتسمہ لے چکے ہیں نہایت ہی خراب قسم کی بدکاری میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں (۴) تمام مختلف گرجوں کے افسر ہمکو اطلاع دیتے ہیں کہ قوم مذہب سے بالکل بے پروا ہے اور انجیل اُنپر اپنا کوئی اثر ڈال نہیں سکتی۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ نے اس امر کے واسطے اتنے اتنے وسیع سمندر چیرنے کی تکلیف اُٹھائی کہ ہمیں عیسائی تجربہ سے آگاہ کریں - جہانتک میں دیکھ سکتا ہوں انجیل میں یسوع کا کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو کسی عاقل دور اندیش کے لیے قابل عمل ہو - مثال کے طور پر میں یسوع کے چار پانچ احکام کو لیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی دانا انپر عمل کر سکتا ہے۔

اول

یسوع کہتا ہے کہ الزام نہ لگاؤ۔
کیا تم کو عدالتیں فوراً بند کر دینی چاہییں
جج فوراً موقوف کر دینے چاہییں۔

دوم

یسوع کہتا ہے کہ کل کا فکر نہ کر
کیا گورنمنٹ کے سارے دفتر جو سالہا سال پہلے امور کا فکر کرتے ہیں سب کے سب بند کر دینے چاہییں

سوم

یسوع کہتا ہے کہ اپنا خزانہ زمین پر نہ رکھ
کیا تمام سرکاری خزانوں کو آگ لگا دینی چاہیے

چہارم

یسوع کہتا ہے کہ صدقہ پوشیدگی میں دو
کیا خیرات کی تمام فہرستیں جو مشنریوں کی اخبار وں میں چھپتی ہیں کفر سے بھری ہوئی ہیں

پنجم

یسوع کہتا ہے اگر کوئی کوٹ لے لو اسے جبہ بھی دیدے
کیا جب بوئروں نے ہماری دانا گورنمنٹ سے ٹرنسوال پر جھگڑا کیا تو اُنکو ساتھ ہی کیپ کالونی بھی دیدینی چاہیے تھی۔

مثال کے لیے یہ باتیں کافی ہوں گی۔ یسوع کے تمام اصول اسی قسم کے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ یہ اصول ایک غریب چھوٹے سے گروہ کے واسطے تھے جو غریبانہ یسوع کے پیچھے ہو لیا تھا - یسوع کا کبھی یہ منشا نہ تھا کہ ایک عالمگیر مذہب دنیا میں قائم کرے - لیکن عالمگیر مذہب اور شریعت اللہ تعالی نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں کی ہے جو نبیوں کے خاتم رسولوں کے سردار حضرۃ **محمد مصطفی** صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا - میں اس پاک کتاب کی چند آیتوں کا ترجمہ اسجگہ نقل کرتا ہوں جس سے آپکو اس عالمگیر شریعت کی عظمت اور شان نظر آ جائیگی۔

اول

انکو سزا دینا ضروری ہے جو مخلوق کو تکلیف دیں اور زمین میں فساد کریں۔

دوم

تم اپنا صدقہ پوشیدہ بھی دو اور ظاہر بھی دو

سوم

جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے اسمیں سے خرچ کرو

چہارم

کہدو کہ ایک ہی اللہ ہے وہ بے احتیاج ہے نہ اسکو کسی نے جنا نہ وہ جنتا ہے اور کوئی اسکی مانند نہیں ہے۔

ان دنوں میں بھی خداے قادر مطلق نے پہلے نبیوں کی مانند ایک نبی مبعوث کیا ہے جسکے ہاتھ پر سیکڑوں معجزات دنیا پر ظاہر ہو چکے ہیں - وہ انکو روحانی زندگی عطا کرتا ہے جو حق جوئی کی نیت سے اسکے پاس آتے ہیں۔ میں آپ کو میگزین ریویو آف ریلیجنز کے چند نمبر ایک علحدہ پیکٹ میں ارسال کرتا ہوں۔ جنکا مطالعہ آپ کے اور امریکہ میں آپ کے دوستوں کے لیے موجب برکت ہوگا

میں ہوں آپکا خیرخواہ محمد صادق قادیان ۲ جنوری ۱۹۰۳ء

ضروری اطلاع

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی شایع ہوا

جمعہ ڈروں تو ۲۲ یا ۲۳ جنوری تک واپس قادیان آ سکوں گا خاکسار ایڈیٹر